

ایک دوست جس کا تعلق سطی پنجاب کے مشہور شہر سے ہے، کوئی دس برس پہلے ایک چھوٹی سی ٹیکسٹائل مل کھول لی۔ ایک ڈیڑھ برس کار و بار سمجھنے میں لگا۔ پھر کارخانہ چلن اشروع ہو گیا۔ خوشحالی بھی آگئی۔ گاڑی بڑی اور قیمتی خریدی۔ اچانک کار و بار حدود جدید حاصل کا شکار ہو گیا۔ ہر سرکاری ادارہ چیل کی طرح اس کے کارخانے پر یلغار میں مصروف کار ہو گیا۔ شائد ماس کی تلاش تھی۔ بینک سے قرض بھی نہیں لیا تھا۔ صرف اس لئے کہ سود کے حرام ہونے پر یقین تھا۔ کوشش اور سفارش کر کے بینک سے قرض بھی حاصل کر لیا۔ کار و بار تھوڑا سا بہتر ہوا۔ مگر پھر بینک کی معہ سودا دائیگیوں نے کمر توڑا دی۔ سات آٹھ برس پہلے میرے پاس آیا۔ کہنے لگا کہ دو بُنیا یا بُنگلہ دیش میں کار و بار منتقل کرنا چاہتا ہے۔ شائد کچھ بہتری کی صورت نکل آئے۔ سرکاری باؤ کو بھلا کار و بار کیا معلوم۔ تسلی دینے کے علاوہ کوئی خاص مدد نہ کر سکا۔ لیکن یہ ضرور کیا کہ اپنے ایک کامیاب واقف کار کے پاس بیج دیا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ زندگی کی دوڑ میں مصروفیت ہی مصروفیت تھی۔ مکمل طور پر دوست کے معاملات کو بھول گیا۔ کچھ عرصہ پہلے ایک شادی پر ملاقات ہوئی۔ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ تقریب کے خاتمہ پر کہنے لگا کہ چلو اکٹھے کہیں کافی پیتے ہیں۔ خیر جب ڈرائیور اس کی گاڑی لایا۔ تو حیران رہ گیا۔ یہ نئے ماذل کی روشن رائس تھی۔ مارکیٹ میں اس کی قیمت تقریباً ایکس کروڑ ہے۔ میری حیرت کو بھانپ گیا۔ لاہور کے ایک کافی ہاؤس میں چلے گئے۔ باتوں کا دور شروع ہو گیا۔ کہنے لگا کہ آج میں نے آپ کو تھوڑا سا حیران دیکھا ہے۔ جواب تھا۔ کہ تھوڑا نہیں از حد حیران ہوں۔ آپ تو کار و بار چھوڑ کر یروں ملک جانے کا سوچ رہے تھے۔ پھر ماشاء اللہ اتنی وسعت کیے۔ دوست نے تقدیر لگایا۔ کہا کہ مجھے صرف پانچ منٹ کے لئے غور سے سنو۔ ہاں، اگر وقت زیادہ ہو جائے تو ضرور ٹوک دینا۔ یاد ہے۔ مشاورت کے لئے ایک کامیاب کار و باری شخصیت کے پاس بھیجا تھا۔ بڑی مشکل سے مجھے یاد آیا کہ ہاں۔ مگر اس نے ایسا کون سا مشورہ دیا کہ تمہاری کایا پٹ گئی۔ دوست نے بتایا کہ آپ کے دوست اور میرے اس محسن نے مشورہ دیا کہ صرف ایک رجسٹر خریدو۔

میرے لئے یہ بات عجیب سی تھی۔ بھلا سورو پے کے رجسٹر سے کار و بار کیسے بہتر ہو گا۔ خیر رجسٹر خریدا اور اس کے پاس دوبارہ چلا گیا۔ اس کار و باری شخص نے ایک لکیر چھپی۔ ایک طرف اخراجات اور دوسری طرف آمدنی لکھ دی۔ ایسا لگا کہ یہ شخص کار و باری بدحالت دیکھ کر میرا مذاق اڑا رہا ہے۔ بھلا ایک طرف اخراجات اور دوسری طرف آمدنی لکھنے سے کیا تیر مارا جائے گا۔ اس کے بعد کار و باری محسن نے اخراجات کے پہلے خانے میں لکھا ”رشوت“۔ میں چونک گیا۔ ایسے لگا کہ اس نے بھرے بازار میں مجھے برہنہ کر دیا ہے۔ غصے میں اٹھ کر جانے لگا۔ تو سمجھ گیا کہ میں غصہ میں آ گیا ہوں۔ رشوت کا لفظ کاٹ کر انگریزی میں Speed money لکھ دیا۔ کہنے لگا کہ کار و بار میں سب سے پہلا خرچ ہے۔ کام تقریباً ٹھہپ پڑا درج پیسے دینے شروع کر دو۔ خاموشی اور رازداری سے ان کے نام رجسٹر میں درج کرتے جاؤ۔ رات کے دو بجے مل میں پہنچا۔ کام تقریباً ٹھہپ پڑا تھا۔ اکاؤنٹنٹ کو گاڑی بیچ کر بوا یا۔ رات کے ہر بڑا تاہوآ آیا۔ رجسٹر اس کے ہاتھ میں دیا۔ اور کہا کہ اب ہر طرف پسیدمنی تقسیم کرنا شروع کر دو۔ ایک مہینے میں کوئی ستائیں لاکھ روپے تقسیم ہوئے۔ اب میرے کار و بار کے متعلق سرکاری پوچھ گچھ قدرے کم ہونے لگی۔ فون کر کے اپنے کار و باری محسن سے پوچھا کہ مزید کیا کرنا ہے۔ اس نے سمجھ دیا کہ اب اپنے دفتر میں ایک برا فائی بناؤ۔ جس کا کام صرف اور صرف رشوت دینا ہو۔ یاد رہے کہ اس میں ایک دو حصہ مذہبی نظر آنے والے افراد اور دو تین پڑھی لکھی خوبصورت لڑکیاں ہوئی چاہیں۔ اس ڈیپارٹمنٹ کا صرف صرف یہ ہو کہ جہاں بھی تمہارا کام ہو وہاں جا کر تسلی اور ادب سے پیسے تقسیم کریں اور خاموشی سے واپس آ جائیں۔ مجھے عجیب سالاگا۔ بہر حال کیونکہ اب کارخانہ منافع میں چل رہا تھا۔ لہذا سپیدمنی یا رشوت دینے کا ایک شعبہ قائم کر لیا۔ دو حصہ مذہبی اکھائی دینے والے حضرات اور دو اچھے ادارے سے تعلیم یافتہ لڑکیاں ملازم رکھ لیں۔ دو عدد تینیں بھی ترتیب دے ڈالیں۔ ایک حضرت صاحب اور ایک خوبصورت لڑکی۔ اب ہونا یہ شروع ہوا کہ جس دفتر میں کوئی کام ہوتا۔ میری ایک ٹیم جاتی اور بغیر کسی تردود کے پیسے تقسیم کر کے واپس آ جاتی۔ جب بتاتے کہ فلاں سرکاری باؤ نے ان سے اتنے پیسے وصول کیے ہیں تو میں حیران رہ جاتا۔ کیونکہ وہ تو ظاہری طور پر بہت ایماندار مشہور تھا۔ میرا کار و بار اب تیزی سے پھیلنا شروع ہو گیا۔ میں نے ایک ٹریوں ایجنت کو بلایا اور اپنے رشوت دینے والے ڈیپارٹمنٹ کو حکم دیا کہ اگر کوئی بھی اہم آدمی بیرون ملک یا اندر ملک جانے کے لئے لکھ مانگے یا ہوٹل کی فرماش کرے تو یہ ٹریوں ایجنت اس کا انتظام کرے گا۔ پیسے دفتر ادا کرے گا۔ کاروں کے ایک شوروم سے بھی معاملہ کر لیا کہ جب بھی جس وقت بھی میرے اہلکار کسی کے لئے گاڑی مانگیں، آپ نے آنکھیں بند کر کے دے دیتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب! آپ یقین فرمائیے۔ سپیدمنی کے شعبہ کی کارکردگی کمال ہو گئی۔ افسروں، وزیروں، ان کے اہل خانہ اور اہم ترین لوگوں کی تمام ضروریات عمده طریقے اور رازداری سے پوری ہو نہیں۔ اب ایک سے دو اور پھر سات ٹیکسٹائل میں ہو گئیں۔ پیسے گنہیں جاتے تھے۔ میں نے ایک اور کام بھی شروع کیا۔ پاکستان کے اہم ترین سیاسی لوگوں کو پارٹی فنڈ دینا شروع کر دیا۔ اگر کہیں کوئی قومی حادثہ ہو گیا۔ تو فوراً دوچار کروڑ سرکاری فنڈ میں جمع کروادیتا۔ حالت یہ ہو گئی کہ ملک کے اہم ترین لوگ ذاتی دوست بن گئے۔ وجہ صرف وہ پیسے تھا جو میں انہیں دیتا رہتا تھا۔ کار و بار تو خیر اب چل نہیں بلکہ دوڑ رہا تھا۔ مگر سارا کام سپیدمنی کے شعبہ سے شروع ہوا تھا۔ اب حالت یہ ہے کہ میرا کار و بار حدود جدید بہترین چل رہا ہے۔ کوئی سرکاری عمال یا سیاسی پارٹی نہیں کرتی۔ ہر حکومت میری ترقی کی مثال دیتی ہے۔ وزیراعظم اور وزراء یروں ملک جاتے ہوئے ساتھ لے کر جاتے ہیں۔ وہاں میں بیگمات کو دل کھول کر شاپنگ کرواتا ہوں۔ دولت، کامیابی اور مستقل اقتدار اب میرے گھر اور دفتر کی چوکھت پر سر سجدہ ہیں۔

بات کو پانچ منٹ نہیں بلکہ چالیس منٹ ہو چکے تھے۔ ملاقات کے بعد واپسی پر پاکستان میں کامیابی کے اس ماذل پر غور شروع کر دیا۔ حیران ہو گیا کہ کوئی ایک بھی ایسا کامیاب کار و باری ادارہ نہیں ہے۔ جو ”سپیدمنی“ کے شعبہ کے بغیر کام کر رہا ہو۔ کوئی ایک بھی بھر پور رشوت دینے بغیر کامیاب نہیں ہے۔ شائد تسلیم کوئی بھی نہ کرے۔ مگر بڑے سے بڑے کار و باری لوگوں اور اداروں نے سرکاری، ٹیم سرکاری اور دیگر شعبوں سے خوشنگوار تعلقات کے لئے اتنا ہی زبردست ”سپیدمنی سیل“ بنارکے ہیں۔ اس ذیلی ادارے کا کار و بار سے کوئی لینا دینا نہیں۔ مگر اسی کے دم سے تمام کار و بار چمک اور دمک رہے ہیں۔ اس کو تسلیم کوئی نہیں کرے گا۔ کوئی بھی ”ٹکو“ نہیں بنانا چاہتا۔ مگر ہر کامیاب شخص جانتا ہے کہ بھر پور ترقی کی کنجی کیا اور کہاں ہے۔ میرے دوست اور اس طرز کے لوگوں کو آپ اخلاقیات کے کٹھرے میں کھڑا کر کے کوڑے مار سکتے ہیں۔ ان کے طریقے ملکوں کا اصل الیہ ہے کہ یہاں حد درجہ مقدم بھی ہے۔ مگر زینی حقائق کسی طور پر بھی بلند ترین اخلاقی اصول کے تحت نہیں چل رہے۔ یہ ہمارے جیسے ملکوں کا اصل الیہ ہے کہ کہہاںی کی سزا بھی سنا سکتے ہیں۔ اسے ہر طریقے سے منفی بھی قرار دے سکتے ہیں۔ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ آپ بالکل درست سوچ رہے ہیں۔ اخلاقی اعتبار سے آپ کا فیصلہ کوئی بھی فیصلہ میراث پر نہیں ہوتا۔ ہمارے حکمرانوں کی مثال سامنے رکھیے۔ ان میں سے ایک بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ کیسے اتنا امیر ہوا ہے۔ قیامت یہ بھی ہے کہ ان سے اربوں نہیں کھربوں کا حساب مانگنے کے لئے بھی کوئی تیار نہیں۔ دکھاو اور کارروائی تو ہے مگر کوئی ادارہ یا اہم شخص یہ نہیں چاہتا کہ ہمارے سیاسی لیڈروں کو معمولی سا بھی نقصان پہنچے۔ اس کا رخیر یا کار برد میں تمام فریق بالکل ایک جیسے ہیں۔ تمام کے تام ”سپیدمنی“ کے شعبہ“ کے ذریعے چل رہے ہیں۔ عوام تو بے وقوف ہیں ہی۔ مگر کمال یہ ہے کہ برف باری میں اپنا حصہ زبردستی وصول کرنے سے باز نہیں آتے۔ صاحبانِ معاف فرمائیے۔ یہ ملک اور اس کا نظام سپیدمنی کی بدولت ہی چل رہا ہے۔ رجسٹر میں پیسے وصول کرنے والے سرکاری باؤوں سیاسی گماشیت، ریاستی اداروں کے افراد اور اہم ترین لوگوں کے نام پڑھ کر آپ حیرت زدہ رہ جائیں گے۔ مگر حیراگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس دونبزم ملک میں، دس نمبر کے لوگ پورے نظام پر قابض ہیں۔